ڈاکٹر ارشد محمود آصف(ارشد معراج)
اسسٹنٹ پروفیسر،شعبۂ اردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مشہورِ زمانہ ممنوعہ کتب: اجمالی جائزہ

This article is related to thosebooks which were good but due to the some circumstances they were banned in the eras in which they were published. Therefore the article is related to the freedom of expression which is the fundamental right forthe human rights.In this article, many famous books are included which have changed the ideology of human history.These books were the challenge for the state as well as for variousreligious and ethnic groups. Due to this challenge some books were burned and their authors and publisherswere punished. Now these books are available and readable for the common people. In this article it has been recommended that books should not and cannot be banned.

یوں تو ہر عہد میں کوئی نہ کوئی کتاب عتاب سہتی رہی ہے ان میں بعض کتابیں ایسی بھی تھیں جو بنی نوع انسان کی تقدیر بدلنے کے کام آئیں۔لیکن اپنے اپنے دور میں وہ ممنوع قرار دی گئیں۔ کتابوں پر پابندی لگانے کی روایت اسی قدر پرانی ہے جس قدر فن تحریر۔کسی بھی نوعیت کی کتاب پر پابندی آزادیٔ اظہار پر پابندی ہے۔

چوتھی صدی عیسوی میں جب مشہور رومن شہنشاہ کان لسٹنسٹائن نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تو اس نے سب سے پہلے ان تحریروں اور شاعری پر پابندی لگادی جو بادشاہ کے قبول عیسائیت سے قبل اہل روم اور یونان میں مقبول عام تھیں اور جن سے رد عیسائیت کی بو آتی تھی۔

عوامی جمہوریہ چین میں جب لوگوں کو مذہبی کتب سے دور رکھا گیا تو انہوں نے مذہبی کتب کو زبانی یاد کرنا شروع کر دیا اور بعض اوقات تو ان مذہبی کتابوں میں استعمال ہونے والے ناموں سے ہی اپنے بچوں اور نواسوں کو پکارنے لگے۔

کیتھولک چرچ نے ایسے کئی عوامی اجتماعات منعقد کروائے جن میں سرعام ناپسندیدہ کتب جلائی جاتی تھیں۔ وہ اسے ایمان کو بچانے کا عمل قرار دیتے تھے ۔بعض اوقات معاملہ کتاب کو جلانے تک محدود نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ مصنف کو بھی جلانا عین ثواب سمجھا جاتا تھا۔

روم کا مشہور چوراہا Field of Flowers مصنفین کو زندہ جلانے کی یادگار سے ہی عبارت ہے۔ جرڈانو برونو Giordano Bruno کو اسی چوراہے میں جلایا گیا تھا۔گزشتہ ۱۷۰۰ سال میں کتب کو جلانے کے حوالے سے سب سے منظّم اور ذمہ دار ادارہ

کیتھولک چرچ ہی رہا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو قدیم چینی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۲۴۶ قبل مسیح میں چوتھا چی ین بادشاہ ہوا۔ وہ نہایت ہی عجیب وغریب آدمی تھا۔ اس کا اصلی نام ونگ چنگ تھا لیکن اس نے شیہ ہوانگ ٹی کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے وہ مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں'' پہلا شہنشاہ'' اس کی نظر میں اپنی اور اپنے زمانے کی بہت وقعت تھی اور ماضی کا بالکل قائل نہ تھا بلکہ چاہتا تھا کہ لوگ ماضی کو بھول جائیں اور سمجھیں کہ تاریخ اسی سے یعنی'' پہلے شہنشاہ'' سے شروع ہوتی ہے ۔اس کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ تقریباً دو ہزار سال تک چین میں متواتر بادشاہ ہوتے رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس سرزمین سے ان کی یاد بھی محو ہوجائے اور نہ صرف پچھلے شہنشاہوں کو بلکہ تمام دوسرے مشہور لوگوں کو بھی بھلا دیا جائے۔ لہذا اس نے حکم جاری کیا کہ ایسی تمام کتابیں جن میں پچھلے زمانے کا کوئی تذکرہ ہو خصوصاً تاریخ کی اور کنفیوشس کے زمانے کی علم و ادب کی سب کتابیں جلادی جائیں حتی کہ ان کا ایک نسخہ بھی کہیں دستیاب نہ ہوسکے۔ صرف طب اور اسی قسم کے بعض دوسرے علوم کی کتابوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اپنے فرمان میں اسے نے لکھا تھا کہ :'' جو لوگ موجودہ زمانہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے ماضی کی اہمیت کو بڑھائیں گے انہیں ان کے اہل خانہ سمیت قتل کر دیا جائے گا۔'' یہی نہیں کہ اس نے صرف یہ حکم جاری کر دیا تھا بلکہ اس پر عمل بھی کیا اور سینکڑوں عالم فاضل جنھوں نے اپنی محبوب کتابوں کو چھپانے کی کوشش کی زندہ دفن کر دیے گئے۔''[۱]

اس میں کوئی شک نہیں کہ شی ہوانگ ٹی نے پرانی کتابوں کو جلوا کر اور ان پڑھنے والوں کو زندہ دفن کرا کے بڑی بربریت کا ثبوت دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا سب کیا کرایا اسی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس کا زوال اور خاتمہ سب پچاس سال کے اندر اندر ہوگیا۔ خاندان نیست و نابود ہوگیا اور تمام ممنوعہ کتابیں خصوصاً کنفیوشس کے زمانے کی علمی و ادبی تصانیف زمین کھود کھود کر نکال لی گئیں اور انہیں پھر عزت کا درجہ حاصل ہوا۔

ڈاکٹر کوثر محمود نے اپنے مضمون ''بائبل کے ترجمے کی کہانی'' میں بائبل کے تراجم کے حوالے سے لگائی جانے والی مختلف پابندیوں اور قید و بند کی صعوبتوں کے علاوہ قتل کیے جانے کے واقعات کو یوں قلم بند کیا ہے:

سن ۶۷ء میں سینٹ پال کو روم میں قتل کر دیا گیا اس نے عبرانی میں کچھ خطوط لکھے۔۔۔ چونکہ چرچ کی طرف سے بائبل کو صرف لاطینی زبان میں لکھے جانے کی پابندی تھی لہذا پوپ وائی کلف کے انگریزی میں ترجمہ کرنے سے اس قدر مشتعل تھا کہ اس نے انگریزی زبان کے اس محسن کو اس کے مرنے کے ۴۴ سال بعد یوں رسوا کیا کہ اس نے حکم دیا کہ جون وائی کلف کی ہڈیوں کو قبر سے نکالا جائے اور انہیں چورا چورا کرکے دریا میں بہا دیا جائے اور پوپ کے احکامات کے حرف بحرف تعمیل ہوئی لیکن اس ظالمانہ رویے کے باوجود معاملات چرچ کے ہاتھوں سے نکلتے گئے اور عام لوگ انگریزی ترجمے کی بدولت آسمانی صحائف کو اپنی زبان میں پڑھ کر سمجھنے لگے لیکن چرچ کا معاندانہ رویہ برقرار رہا۔۔۔ ۱۴۱۵ء میں چرچ کے ظلم کا اگلا شکار جون ہس (Jhon Hus) تھا۔ یہ بھی وائی کلف کا شاگرد تھا چرچ

نے فتویٰ دیا تھا کہ جس شخص کے پاس لاطینی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں بائبل کا نسخہ ہوگا وہ واجب القتل ہوگا جون ہس کو بھی اس جرم میں زندہ جلوادیا گیا اور مقام عبرت ہے کہ ایندھن کے طور پر جون وائی کلف کے انگریزی ترجمے کو استعمال کیا گیا یعنی اپنی ہی مقدس کتاب کو ایک ایسے شخص کے جلانے کے لیے نذر آتش کیا گیا جس کا جرم صرف یہ تھا کہ اس کے پاس بائبل کا ترجمہ پایا گیا۔ بہرحال جب جون ہس کو جلایا جارہا تھا تو اس کے آخری الفاظ یہ تھے'' سو سال بعد خدا ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اصلاحات کا پیامبر ہوگا اور اس کے پیغام کو دبایا نہیں جاسکے گا''۔۔۔مارٹن لوتھر پہلا شخص تھا کہ جس نے علی الاعلان بائبل کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور عام آدمی کی رسائی مقدس تحریروں تک ہوگئی۔۔۔ اسی سال فوکس (Foxe) کی کتاب' کتاب شہداء' (Foxe Book of Martyrs) شائع ہوئی اس کتاب میں فوکس کا بیان ہے کہ چرچ نے سات لوگوں کو اس جرم میں زندہ جلوادیا کہ وہ اپنے بچوں کو لاطینی کی بجائے انگریزی میں انجیل کی تعلیم دیتے تھے۔ ۲۶۔۱۵۲۵ء میں ایک اور عالم فاضل ولیم ٹن ڈال (William Tyndale) جسے انگریزی زبان کا معمار کہا جاسکتا ہے ۔ اس نے بائبل کا پہلا مستند اور مکمل ترجمہ شائع کیا اور انگریزی زبان کو بائبل کی شکل میں ایک معیار اور سند فراہم کی کیونکہ وہ آٹھ زبانوں کا ماہر تھا اور اس نے کمال عرق ریزی سے بائبل کا انگریزی ترجمہ کیا۔ لیکن بدقسمتی سے بشپ نے ٹنڈال کو زندہ جلوانے کی بجائے اس ترجمے کی کاپیاں ضبط کرنے کا حکم دیا لیکن کچھ کاپیاں بادشاہ کی خواب گاہ میں چھپا دی گئیں اور بشپ اور بادشاہ ہنری ہشتم نے اس ترجمے کی تقسیم پر پابندی عائد کر دی اور چرچ نے اعلان کیا کہ اس ترجمے میں ہزاروں غلطیاں ہیں جب کہ اس میں ترجمے کی کوئی غلطی نہ تھی لیکن اس ترجمے کو کثیر تعداد میں نذر آتش کیا گیا۔۔۔ بالآخر ٹن ڈال کو (غالباً جرمنی) فرار ہونا پڑا لیکن اس کے ترجمے کو روئی کی گانٹھوں اور آٹے کے تھیلوں میں چھپا کر انگلستان لایا جانے لگا لیکن ۱۵۳۶ء میں ولیم ٹنڈال کو گرفتار کر لیا گیا اور ۵۰۰ دنوں کے بعد اس کو بھی زندہ جلوا دیا گیا۔۔۔ ۱۵۵۵ء میں ملکہ میری نے انگریزی بائبل کے پبلشرز راجرز (Rogers) اور تھامس کران مر کو زندہ جلوادیا۔[۲]

یورپ کے تاریک دور میں یونان اور روم کی تمام کتابوں کو شیطانی علوم قرار دے کر تہہ خانوں میں بند کر دیا گیا۔ مسلمان خلیفہ مامون الرشید نے روم کے کتب خانے جو بند کر دیے گئے تھے ان کی کتابیں اونٹوں پر مال و دولت بھیج کر اس کے عوض خرید لیں۔ روم کے لوگ اس امر پر حیران تھے کہ اس مسلمان خلیفہ کے پاس دولت کی فراوانی ہے جو شیطانی علوم کو خرید رہا ہے۔ حالانکہ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مامون الرشید نے بہت بڑے پیمانے پر دارالتراجم قائم کروائے اور سارے علوم وفنون کو ترجمہ کیا گیا ۔ یہی ترجمہ بعد میں یورپ کی نشاۃ الثانیہ کی تحریک میں کام آیا۔

بغداد کے کتب خانے ایک عہد میں دنیا بھر میں علم کی روشنی پھیلانے میں مصروف تھے جب یورپ غفلت کی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس عہد میں بغداد علمی سرزمین کے حوالے سے شہرت رکھتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ہلاکو خان کے حملوں نے کتاب کے ان خزانوں کو جہالت اور گمراہی کی وجہ سے نذر آتش کر دیا جس کے باعث امت مسلمہ کو نقصان سہنا پڑا اور پوری دنیا میں علم کی روایت ختم ہوگئی۔

کوپرنیکس کی کتاب' حرکت اجرام سماوی' ۱۵۴۳ء میں مکمل ہوئی۔ انہوں نے جس شاہکار پر اتنی مدت تک محنت کی تھی ممکن تھا وہ کبھی معرض اشاعت میں نہ آتا اور دنیا اس سے محروم رہتی لیکن ایک نوجوان جرمن فاضل جارج جوریٹیکس کی کوشش سے کتاب منظر عام پر آئی۔ ریٹیکس نے کوپرنیکس اور ان کے تجربات کا ذکر سن لیا تھا اور وہ طویل ملاقات کے لیے فاضل ہیئت دان کے پاس پہنچ گیا۔ بوڑھے ہیئت دان کے انکشافات کا علم حاصل کیا تو بے حد متاثر ہوا۔ چنانچہ ۱۵۴۰ء میں اس نے بمقام ڈانزگ کوپرنیکس کی تصنیف کا ''ایک ابتدائی مرقع'' چھاپ دیا یہ دنیا میں تہلکہ انگیز نظریات کا پہلا بیان تھا۔

کوپرنیکس کے نظریات کو قبول کر لینے کی رفتار نہایت سست تھی سائنس دان بھی اور عوام بھی دونوں متأمل سے رہے۔ چند افراد کے سوا عام معاصر رائے ان کے سخت خلاف تھی۔ مارٹن لوتھر نے کوپرنیکس پر سخت نکتہ چینی کی ۔ جان کیلون نے بھی ان کی مذمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ۱۶۱۵ء میں یہ کتاب اس فہرست میں شامل کر دی گئی جس میں مندرج کتابوں کی اشاعت ممنوع تھی۔ دوسو سال سے بھی زیادہ عرصے تک یہ اسی فہرست میں شامل رہی۔

گلیلیو ابتدائی دور میں کوپرنیکس کے نظریئے کے حامی تھے جس میں سورج کو کائنات کا مرکز ثابت کیا گیا تھا۔ گلیلیو نے کوپرنیکس کی حمایت میں جو روش اختیار کی اس سے ارباب کلیسا بے پرواہ رہنے کی بجائے سخت سرگرم عمل ہو گئے۔ دوربین کی ایجاد نے گلیلیو کے لیے پہلی بار موقع بہم پہنچایا کہ ہیئت میں بڑی بڑی دریافتیں کر سکیں۔ گلیلیو نے دوربین کے ذریعے جو دریافتیں کی وہ تفصیل سے ایک کتاب میں چھاپ دی گئیں جس کا نام 'پیغامبر انجم' رکھا یہ کتاب ۱۶۱۰ء میں شائع ہوئی۔ مقصد یہ تھا کہ تمام فلسفیوں اور ریاضی دانوں کو بعض مشاہدات سے آگاہ کر دیا جائے اس کی بناء پر گلیلیو کو پہلی مرتبہ مذہبی گروہ سے تصادم کی نوبت آئی۔ مذہبی گروہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ جو نظریہ کوپرنیکس نے پیدا کر دیا تھا یعنی یہ کہ کائنات کا مرکز سورج ہے۔ مذہبی گروہ نے فیصلہ کر لیا کہ کلیسا کی سند کے خلاف کسی کو چوں و چرا کی اجازت نہیں۔

پیر بال کی 'فرہنگ تاریخ و انتقاد' ۱۶۰۷ء میں شائع ہوئی اس تصنیف میں عقلیت اور رواداری کی روح فرمائی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس میں اسے شائع کرنا ممنوع قرار پایا۔ لوئی چہارہم جیسے بادشاہوں کو بال کی کتاب پر یہ اعتراض تو تھا ہی کہ اس میں آرتھوڈکسی کا فقدان ہے، لیکن بال نے ان کے متعلق طنزیہ باتیں بھی کیں۔ جن سے ان کے عیوب و نقائص آشکارا ہوتے تھے۔ اس سے رنج اور بھی بڑھا۔ اس ممانعت سے چنداں فائدہ نہ ہوا کیونکہ جلد ہی کتاب کے مکمل نسخے نیز اس کے خلاف فرانسیسی زبان میں بھی شائع ہوگے اور اس کے ترجمے جرمنی، انگلستان اور سوئٹزر لینڈ میں بھی پہنچ گئے۔ پھر اس کی بہت بڑی تعداد سرحد پار کر کے پیرس کے تاجران کتب کے ہاں بکنے لگی۔

۱۶۱۶ء میں تعذیب مذہب کے مقدس ادارے کی طرف سے گلیلیو کی مذمت کی گئی اور حکم جاری ہوا کہ وہ اس ادارے کے رئیس اعلیٰ کارڈینل بیلر مائن کے روبرو پیش ہو۔ وہاں پہنچتے ہی فرمان صادر ہوا کہ زمین، سورج اور ستاروں کے متعلق ملحدانہ خیالات سے دستبردار ہو جائے۔' پیغامبر انجم' نیز دوسری کتابوں کو جن میں حرکت زمین کا دعویٰ کیا گیا ہے ممنوع الاشاعت کتابوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔ پندرہ دن تک گلیلیو مقابلتہً خاموش رہے۔ اسی اثناء میں نیا پوپ منتخب ہوا یعنی اربن ہفتم جیسے زیادہ آزاد خیال سمجھا جاتا تھا امید پیدا ہوگئی کہ سائنٹیفک انکشافات کے متعلق اس کی روش زیادہ ہمدردانہ اور متوازن ہوگی۔ گلیلیو نے پھر ایک عہد

آفرین کتاب پیش کر دی جس پر وہ سال ہا سال سے محنت کرتے رہے تھے۔ اس کا نام ' دنیا کے دو بڑے نظاموں کے باب میں مکالمات' رکھا۔ پاپائی احتساب سے بچنے کے لیے گلیلیو نے اس کے آغاز میں ایک پارسایانہ تمہید لکھی جس میں کوپرنیکس کے نظریئے کی مذمت اس بناء پر کی گئی کہ وہ مقدس صحیفوں کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے یہ ایک نمائشی پردہ تھا۔ کیونکہ کتاب میں واضح طور پر ہر سوال اور اعتراض کے سلسلہ میں کوپرنیکی نظام کی حمایت کی گئی تھی۔

'مکالمات' کے شائع ہوتے ہی گلیلیو کے دشمنوں نے پوپ کو یقین دلایا کہ یہ خلاف دین و مذہب ہے۔ چند ماہ بعد گلیلیو کو دوبارہ پیشی بھگتنی پڑی اور انہیں روم بلایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی اور صحت اچھی نہ تھی لیکن وہ ' ادارہ تعذیب مذہبی' کی پیشی پر مجبور ہوئے۔ انہیں صاف صاف بتایا گیا کہ اگر ان سائنٹیفک عقائد سے دست بردار نہ ہوئے تو تعذیب کے مستوجب ٹھہرو گے۔ گلیلیو نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے کہا ''میں اعلان کرتا ہوں اور حلف اٹھاتا ہوں کہ زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی'' اس کہانی میں ایک الحاقی فقرہ لگا دیا گیا کہ گلیلیو عدالت سے باہر نکلے تو اس حدیث زیر لب کے طور پر کہا '' یہ بہر حال گھومتی ہے۔''

'مکالمات' کو ممنوع الاشاعت کتابوں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا اور ۱۸۳۵ء تک ممانعت کی پابندی نہ اٹھی۔ گلیلیو کو سزائے قید کا حکم ہوا لیکن یہ حکم جاری نہ ہو سکا کیونکہ وہ اپنے گھر فلارنس چلے گئے اور رسمی اعتبار سے نظر بند ہوئے۔ سائنٹیفک چھان بین کا سلسلہ مزید آٹھ سال تک جاری رکھا موت سے کچھ مدت پیشتر ان کی سب سے بڑی تصنیف "Discources on two sciences" ۱۶۳۸ء میں خفیہ طور پر ملک سے باہر بھیج دی گئی اور ہالینڈ سے شائع ہوئی۔

ٹیوڈر اور سٹوارٹ بادشاہوں کے زمانے میں انگلستان کے جس ادارے سے حد درج نفرت کی جا رہی تھی وہ سٹار چیمبر کی عدالت کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس عدالت کا اولین وظیفہ یہ تھا کہ کتابوں کو سنسر کرے۔ چھاپہ خانہ کے ایجاد ہونے کے بعد یہ مذہبی اور ملکی پالیسی کا ایک نہایت اہم کام بن گیا تھا۔ جب رومن کیتھولکوں نے جوابی اصلاح کا سلسلہ شروع کیا تو سنسر پر زیادہ سختی سے عمل ہونے لگا۔ ۱۶۴۲ء میں خانہ جنگی شروع ہونے سے بیشتر بہت سے ایسے معاملات سامنے آئے تھے جن میں سنسر کے خلاف عوام کے غصے کی آگ بری طرح بھڑک اٹھی تھی۔ جن لوگوں کو مجرم قرار دیا گیا تھا، انہیں طویل مدت کے لیے قید کر دیا گیا۔ علاوہ بریں بھاری جرمانے کیے گئے اور ایسی ہی دوسری بے رحمی و بے دردی کی سزائیں دی گئیں۔ جب شاہ چارلس اور مشہور طویل المیعاد پارلیمنٹ میں کشمکش شروع ہوئی تو پارلیمنٹ نے قانون کے ذریعے سے سٹار چیمبر کی عدالت منسوخ کر دی۔ اس زمانے میں پارلیمنٹ میں ایسے ارکان کا غلبہ تھا جو پریسی ٹیری تھے وہ باغیانہ، ہتک آمیز اور بدنام کن مطبوعات کے طوفان سے چوکس ہو گئے تھے۔ جو سنسر اٹھائے جانے کے بعد منظر عام پر آنے لگی تھیں۔ ۱۴ جون ۱۶۴۳ء کو پارلیمنٹ نے سنسر کا ایک نیا قانون منظور کیا جو پرانے سٹار چیمبر کے قاعدوں پر مبنی تھا۔ اس میں امتیازی پہلو یہ تھا کہ سنسر مقرر کرنے کا کام پارلیمنٹ انجام دے گی۔ چنانچہ بے لگام طباعت ممنوع قرار دی گئی۔ ملک کے پرنٹروں اور پبلشروں کی منظم کمپنی اور پارلیمنٹ کے کارکنوں کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ تلاش کریں اور جہاں جہاں کوئی مطبع اجازت کے بغیر قائم شدہ ملے اسے تباہ کر دیں۔ بے اذن چھاپی ہوئی کتابیں ضبط کر لی جائیں۔ نیز ایسے تمام پرنٹر اور مصنف مستوجب گرفتاری سمجھے جائیں۔

ملٹن کی سخت مذمت کی گئی کیونکہ انہوں نے دو رسالے چھاپے تھے جن میں طلاق کی حمایت کی گئی تھی۔ وہ سنسر کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے اور ایک رسالہ Areopagitica کے نام سے شائع کیا جو دانستہ رجسٹر نہیں کرایا گیا تھا اور نہ اس کے لیے اجازت لی گئی تھی۔ یہ ملٹن کی نثری تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ایروپاگٹیکا Areopagitica قدیم ایتھنز کی عدالت عالیہ تھی جس کے روبرو بڑے بڑے خطیب مقدمات کی وکالت کرتے۔ ملٹن کی یہ کتاب بھی ایک خطبہ ہی تھی اگرچہ وہ کسی مجمع عام میں سنایا نہ گیا بلکہ چھپ کر پڑھنے کے لیے تقسیم کیا گیا۔ اس رسالے میں کتابوں کی انتہائی اہمیت کے متعلق بڑے فصیح و بلیغ اعلانات تھے اور ہر پابندی سے آزاد مطابع کی حمایت میں اہم دلائل دیے گئے تھے۔ مثلاً:

> کتابیں مطلقاً مردہ چیزیں نہیں۔ ان میں قوت اور زندگی ہے تاکہ وہ روح کی طرح سرگرم عمل ہیں اور روح ہی کی وہ پیداوار ہیں۔ انہیں مار دینا بھی قریباً ایسا ہی ہے جیسا انسان کو مار دینا جو شخص کسی اچھی کتاب کو تباہ کرتا ہے وہ عقل و دانش کو قتل کرتا ہے جو خدا کا مثالی پیکر ہے۔۔۔ اچھی کتاب روح کامل کی زندگی کا قیمتی خون ہے جسے خوشبوئیں لگا کر عمدہ زندگی کے بعد زندہ رہنے کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔[۳]

سنسر کی سرگزشت پر تبصرہ کرتے ہوئے ملٹن نے کہا کہ یونان کے کلاسیکی دور میں صرف وہ کتابیں ممنوع قرار دی گئیں تھیں جن میں کفریہ کلمے تھے جو دہریت کی اشاعت کرتی تھیں یا ہتک آمیز نوعیت کی تھیں جو کتابیں بداخلاق یا بے لگام تھیں ان کے بارے میں خاصی نرمی برتی گئی۔ رومی حکومت بھی قبول وصیت سے پیشتر تمام تحریرات میں رواداری سے کام لیتی تھی۔ صرف وہ کتابیں مستثنیٰ تھیں جن میں کسی مقدس شے کی بے حرمتی کی جاتی تھی یا کسی کو خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا تھا۔ پھر ملٹن نے ابتدائی دور کے پوپوں کے ماتحت سنسر کی سرگزشت بیان کی جس سے آخر ممنوع الاشاعت کتابوں کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اس فہرست کے لیے انہوں نے پوپوں کو ملزم قرار دیا، کیونکہ آخری فیصلہ یہ کیا گیا تھا، کوئی کتاب، کوئی رسالہ اور کوئی اخبار اس وقت تک چھپ نہیں سکتا جب تک وہ دو تین دنیادار پادریوں کے ہاتھوں سے گزر کر تصدیق و اجازت کی سند حاصل نہ کرے۔ ملٹن کے مطابق:

> بری کتابیں بھی ممنوع نہ ہونی چاہیں کیونکہ سچائی جھوٹ کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی نہ اچھائی کا علم برائی کے بغیر ہوسکتا ہے، برائی بھول جائے گی کوئی بھی کتاب دبائی نہ جانی چاہیے۔ بری کتابیں بھی تجربے کی عمومیت کا ایک جز ہیں۔[۴]

وینس دیدرو نے 'دائرہ المعارف' کی ابتداء ۱۷۴۵ء میں کی۔ اس کی پہلی جلد ۱۷۵۱ء میں منظر عام پر آئی دوسری جلد اگلے سال شائع ہوئی پھر یسوعیوں اور مطلق العنانی کے حامیوں نے اس پر سخت نکتہ چینی شروع کر دی چنانچہ شاہی مجلس کی طرف سے اس کی طباعت و فروخت اس بناء پر ممنوع قرار پائی کہ اس میں شاہی اقتدار کو تباہ کرنے اور آزادی کی روح، نیز بغاوت کو بروئے کار لانے کا رجحان موجود تھا۔ اگرچہ زبان مبہم اور ذو معنی رکھی گئی تاہم اس سے غلطی، خرابی، لامذہبی اور بدعہدی کی بنیاد پڑنے کا اندیشہ تھا لیکن یہ حکم صرف ابتدائی دو جلدوں سے متعلق تھا۔ مزید جلدوں کی اشاعت بالتعین ممنوع قرار نہیں دی گئی تھی۔ چنانچہ ہر سال ایک جلد کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ البتہ ۱۷۵۹ء میں دوسری مرتبہ حد درجہ نازک صورت پیدا ہوگئی، کیونکہ اس سال تشدد کی نئی لہر اٹھی تھی۔ بنابریں حکم دے دیا گیا کہ اس کتاب کی اشاعت روک دی جائے۔ دیدرو نے جتنے شرکاء کو قلمی اعانت پر آمادہ کیا تھا، وہ مسلسل ذلتوں سے تنگ آ کر الگ ہوگئے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ کام برباد ہوجائے گا۔ اس مشکل سے

بچ نکلنے کی تدبیر دیدرو اور ان کے ناشر نے یہ سوچی کہ کتاب کی باقی جلدیں خفیہ طور پر شائع کی جائیں اور مقالہ نگاروں کے نام بھی حذف کردیئے جائیں۔ سرورق پر جھوٹ موٹ لکھ دیا جائے کہ کتاب نیوشاتل (سوئٹرزلینڈ) میں چھپی تھی۔ ۱۷۷۲ء میں کتاب مکمل ہوگئی۔ سترہ جلدیں اصل متن اور سات جلدیں تصاویر کی تھیں۔ پورا مجموعہ چھپ گیا اور دیدرو کو ایک اور حادثے سے سابقہ پڑا جس کتاب پر انہوں نے اکیس سال صرف کیے اس کے ناشر نے حکومت کی طرف سے نامنظوری کے خطرے کی بنا پر یہ فیصلہ کرلیا کہ پوری کتاب کا لفظ لفظ غور سے دیکھے اور جو باتیں حکومت کی ناراضی کا باعث تھیں انہیں نکال دے۔ دیدرو آخری پروف پڑھ کر ناشر کے حوالے کردیتے تو وہ اس میں سے جابجا مختلف فقرے کاٹ دیتا، اگرچہ ان کی روح باقی رہی لیکن اس طرح کتاب کی حقیقی حیثیت پر سخت ضرب لگی۔

تاریخ علوم کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ انسان نے زمین اور اس کے مادی خصائص کا مطالعہ نسبتاً بہت بعد میں شروع کیا۔ زمین کی اصل اور نوعیت کے متعلق نظریات کی کمی نہ تھی۔ اٹھارہویں صدی میں ایک عام نظریہ یہ تھا کہ ابتدا میں زمین یخ کا ایک ٹھوس تودہ تھی پھر ایک دم دار تارا زمین سے ٹکرایا اور اس کی حرارت پیدا ہوئی۔ ایک اور تصور یہ تھا کہ زمین ابتداء میں صرف پانی تھی اس کی سطح پر بخارات اٹھتے رہتے تھے۔ آگے چل کر انہیں عناصر نے پانی کے اوپر ایک قشر کی شکل اختیار کرلی۔ محض مذہبی عالم ہی نہیں، بلکہ اکثر ماہرین ارضیات بھی انتہائی کوشش کرتے رہے کہ نظریہ ارضیات کو قدیم مذہب کی لفظی تعبیر کے مطابق بنالیں۔ مذہبی علماء کہتے تھے کہ زمین ۴۰۰۴ ق م میں پیدا ہوئی اور اس کی موجودہ وضع وہیئت شدید حوادث کے سلسلے کا نتیجہ ہے۔ غالباً ایک سمندر بلندترین پہاڑوں پر چھایا ہوا تھا۔ تباہی خیز طوفان اٹھے زلزلے آئے۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹے طبعی مظاہر کے تصورات پر اس عقیدے کا بے حد اثر پڑا کہ ماضی بعید میں تباہی خیز ارض وقائع غلط کار انسانیت کی سزا کی حیثیت رکھتے تھے۔

سکاٹ لینڈ کے جیمز ہٹن نے 'نظریہ ارض' پیش کیا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں چھپی اس کی وجہ سے سائنس میں نئے حدود کی چھان بین کے لیے روشنی مہیا ہوئی۔ ایسا انتہا پسندانہ نظریہ مصنف کے اکثر معاصر قبول نہیں کرسکتے تھے چنانچہ ہٹن پر کفر کا الزام لگایا گیا۔ کیونکہ انہوں نے ایسے افکار پیش کیے جو صحیفوں کے بالکل برعکس تھے اور دشمن مذہب قرار دے کر ان کی مذمت کی گئی۔

گوئٹے کے مشہور رومانوی ناول The suffering of young weather پر اس لیے حکمرانوں نے پابندی لگائی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس ناول کی وجہ سے نوجوان جرمنوں میں خودکشی کے رجحانات پروان چڑھ رہے تھے۔

اسی طرح دوسو سال قبل کی امریکی شاعرہ سلویا پلاتھ کے مختصر ناول پر بھی اس لیے پابندی لگادی گئی کیونکہ اس بارے میں گمان تھا کہ یہ ناول لڑکیوں میں خودکشی کے رجحان کو بڑھا رہا ہے۔ آج اگر سلویا پلاتھ کے ناول کو پڑھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اس میں تو کوئی ایسی بات ہے ہی نہیں۔ البتہ یہ ناول انسان میں پنہاں عمیق جذبات کی ترجمانی ضرور کررہا ہے۔

'سلطنت روما کا زوال اور خاتمہ' ۱۷۸۳ء میں تخریب کی راغب کتاب قرار دے کر پاپائے روم کی طرف سے ممنوعہ مطبوعات میں شامل کردی گئی اس کا مصنف ایڈورڈ گبن تھا۔

جیمز جوائس کا ناول 'یولیسز' Ulysses کو بلاشرکت غیر بیسویں صدی کے چند بہترین ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے تاہم امریکہ میں اسے فحاشی کے الزام میں سخت مزاحمت کا سامنا رہا۔ 1918ء اور پھر ۱۹۳۰ء میں امریکی پوسٹل اتھارٹی نے اس کی اشاعت کو ممنوع

قرار دیتے ہوئے مارکیٹ سے اس کی کاپیوں کو ضبط کر لیا۔۱۹۳۳ء میں کہیں جا کر سخت جدوجہد کے بعد جیمز جوائس کے معترضین جیولسنر پر پابندی ختم کرانے میں کامیاب ہوئے۔

انقلاب روس سے قبل لینن کی اکثر تصانیف روسی حکومت کی جانب سے ممنوع قرار دی گئیں۔ ۱۹۲۷ء میں ممالک متحدہ امریکہ اور ہنگری میں لینن کی تصانیف فحش اور تخریب کارقرار دے کر ممنوع قرار دے دیں گئیں۔کینیڈا میں بھی ان تحریروں کو تخریب کارقرار دیا۔۱۹۳۳ء میں جرمنی کی نازی حکومت نے اور دیگر فاشی قوتوں نے لینن کی کتابوں کو تخریب کار قرار دے کر ممنوع قرار دے دیا۔

۱۹۳۰ء میں امریکی کسٹمز نے فرانسیسی ادیب والٹیر کی کتاب Candide(کاندید) کی کاپیاں ضبط کر لیں جو ہارورڈ یونیورسٹی کے لیے منگوائی گئی تھیں۔ بعد ازاں یونیورسٹی کے اساتذہ نے کتاب کے بارے میں متعلقہ حکام کے شبہات کو دور کیا اور یوں اسے ان کے چنگل سے چھڑانے میں کامیاب ہوئے۔ بعدازاں ۱۹۴۴ء میں امریکی پوسٹ آفس میں کاندید کی کاپیوں کی ترسیل کے حوالے سے اعتراض کیا اور ضبطی کا مطالبہ کیا۔

'بہادر نئی دنیا' آلڈس ہکسلے کی مشہور سائنسی افسانوں پر مبنی کتاب کو جمہوریہ آئرلینڈ نے مخرب الاخلاق قرار دے کر ۱۹۳۲ء میں ممنوع قرار دے دیا۔

'اوڈیسی' ہومر کی تصنیف کردہ مشہور معروف منظوم تاریخ کو ۱۹۳۳ء میں روم کیلی گولا نے بے تکی شاعری کا عنوان دے کر ممنوعہ قرار دے دیا۔' کاسانوا کی یادداشتیں' ۱۸۳۴ء میں حکومت آئرلینڈ نے ۱۹۳۵ء میں اطالوی حکومت نے مخرب الاخلاق گردان کر ممنوعہ قرار دے دی۔'لے مزرایبل' جو کہ 'وکٹر ہیوگو' کی تصنیف ہے فرانسیسی حکام نے ایسے ۱۹۳۴ء میں مخرب الاخلاق قرار دے دی۔'لیوٹالسٹائی' کی تصانیف روسی شہنشاہت نے ۱۸۸۰ء میں اور ہنگری نے ۱۹۲۶ء میں مخرب الاخلاق اور تخریب افزا ہونے کے الزام میں ممنوع قرار دے دیں۔ چارلس ڈارون کے نظریہ آفرینش پر اس کی کتاب ۱۹۳۵ء میں یوگوسلاویہ ۱۹۳۶ء میں یونان اور دیٹ کن میں مخرب الاخلاق فحش اور ملحدانہ ہونے کے الزام کی بناء پر ممنوعہ قرار دے دی گئی۔

'ہتھیاروں کو خیر باد' ارنسٹ ہیمنگوے کی مشہور تصنیف ہے۔'ہتھیاروں کو خیر باد' کو حکومت نے ممنوع قرار دے دیا کیونکہ یہ پہلی جنگ عظیم کی ایک بے لاگ سرگزشت تھی اور ۱۹۳۴ء میں نازیوں نے جو بے شمار کتب نذر آتش کیں ان میں یہ شامل تھی۔

جون کلے لینڈز John Cleland کی کتاب (فنی ہل) Fanny Hill جسے ایک خوش باش لذت پسند عورت کی یادداشتوں کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ۱۷۴۹ء میں اپنی اشاعت کے فوراً بعد ہی متنازعہ ہوگئی۔ ناول میں ایک طوائف کے جنسی معاملات کو بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ اس کی اور خاص بات ہم عصر ادب پر اس کا طنزیہ تبصرہ بھی ہے ڈینیل ڈیفو Daniel Defoe کی Moll Flanders پر فحاشی کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تاہم ۱۹۶۶ء میں امریکی سپریم کورٹ نے اس پر لگائے گئے الزامات کو غلط قرار دے دیا۔

امریکہ میں Comstock Law(۱۸۷۳ء) کے تحت مختلف ادوار میں کئی کتابوں کی اشاعت وفروخت وغیرہ پر پابندی عائد کی گئی۔ ان کتابوں میں Aristophanes کی Lysistratra، Chaucer کی Canterbury tales .Boccaccio

کی Decamceron اور الف لیلیٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ قانون فحش نگاری کی بیخ کنی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ یہ قانون اگرچہ اب کالعدم قرار دے دیا گیا ہے لیکن جب تک یہ باقی رہا اس نے لکھنے والوں کے لیے مشکلات پیدا کیں۔

Aristophenes کی Lysis trata ۱۹۶۷ء میں یونان میں عسکری حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دے دی گئی۔ معروف امریکی شاعر Walt whiteman کی کتاب Leaves of grass کو بھی ۱۸۸۱ء میں بوسٹن کی ریاست میں ضبط کر لیا گیا۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ اٹارنی کا خیال تھا کہ اس کی بعض نظموں میں غیر محتاط اور فحش زبان استعمال کی گئی ہے۔

روسو کی خودنوشت Confession 'اعترافات' کی فروخت و اشاعت پر بھی ۱۹۲۹ء میں امریکی کسٹم کی طرف سے ممانعت عائد کی گئی وجہ یہ بتائی گئی کہ یہ کتاب عوامی اخلاقیات پر منفی اثرات مرتب کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ روسو کی فلسفیانہ تحریروں کو روس میں ۱۹۳۵ء میں ممنوع قرار دیا گیا۔ جب کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں ان میں سے کچھ کتابوں کو کیتھولک چرچ کے ممنوع کتب سے متعلق اعشاریے میں بھی شامل کیا گیا۔ اس اعشاریے کی حیثیت ایک قانون سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۶۶ء میں اس اعشاریہ کو منسوخ کر دیا گیا۔

تھامس پینے Thomos Panie کے خلاف ۱۷۹۲ء میں انگلستان میں مقدمہ چلایا گیا کہ ان کی کتاب The Rights of Man پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس میں فرانسیسی انقلاب کی حمایت کی گئی ہے ان کی ایک کتاب The age of Reasons کی اشاعت پر بھی ان کے ناشر کو عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۱۸ء میں امریکی شعبہ جنگ نے ایک نوٹس کے ذریعے امریکن لائبریری ایسوی ایشن سے کہا کہ وہ انتشار پیدا کرنے والی کتابوں کو لائبریری سے باہر نکال دیں۔ جیسے Ambrose Bierce کی کتاب Can't such things be? کو کیمپوں میں موجود کتب خانوں سے واپس لے لیا گیا مسلک پر پابندی لگائی ان کی کتابوں کو ضبط کر لیا گیا اور ان کے ماننے والوں پر تشدد کیا گیا۔

Blaise Pascal کی کتاب The Provincial letters کے خلاف زبردست تحریک چلی اور ۱۶۶۰ء میں فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردھم کے حکم پر نذر آتش کر دی گئی۔ فرانس میں Tasso کی کتاب Jerusalem Delivereed کو بھی سولہویں صدی میں ممنوع قرار دے دیا گیا کیونکہ اس میں ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا جو بادشاہ کی مطلق العنانیت پر ضرب لگاتے ہیں۔

Jack London کی تحریروں کو ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کی دہائیوں کے درمیان مختلف یورپین آمریت پسند حکومتوں نے ممنوع قرار دے دیا۔ ۱۹۲۹ء میں اٹلی کی حکومت نے Jack London کی کتاب Call of the wild کی ممانعت کا حکم دیا اور اسی سال یوگوسلاویہ میں اس کی تمام تحریروں کو ضبط کر لیا گیا۔ نازیوں کی حکومت نے بھی اس کی اشتراکیت پسند خیالات پر مشتمل کتابوں جیسے The iron heel کی کاپیاں سرعام جلائی گئیں۔ لائبریریوں پر امتناع کا یہ قانون آج بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

جنگ عظیم اول کے دوران امریکی حکومت نے ان لوگوں کو جیل کی کوٹھڑی میں بند کر دیا جو "This one" جیسے حکومت مخالف خیالات پر مبنی پمفلٹ تقسیم کر رہے تھے۔ ان پمفلٹوں کے ناشر Schenck کو گرفتار کر کے سزا دی گئی ان کے خلاف مقدمہ سپریم کورٹ میں ۱۹۱۹ء میں لڑا گیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۵۶ء کے دوران روس میں قرآن کریم اور بائبل کی درآمد ممنوع رہی اور کتب خانوں میں انہیں رکھنا غیر قانونی رہا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں بائبل کو ممنوع قرار دیا گیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بائبل کو جلایا بھی

گیا۔

جنوبی افریقہ کی متعصب حکومت نے ۱۹۲۵ء میں کلاسیک کا درجہ رکھنے والی کئی کتابوں کو ممنوع قرار دیا۔ جسے Marry Shelly کی کتاب Fram Kenstien کو غیر شائستہ اور فحش قرار دے کر ضبط کر لیا گیا۔اسی طرح Anna Sewell کی Black Beauty کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

۱۹۵۴ء میں امریکہ میں پوسٹ آفس میں ''لینن'' کی کتاب 'ریاست اور انقلاب' کی براؤن یونیورسٹی کی ترسیل روک دی گئی اور الزام لگایا کہ اس کتاب میں گم راہ کن مواد موجود ہے۔ ڈی ایچ لارنس کا ناول' لیڈیز چیٹر لی لورز' کو ۱۹۶۰ء کی دہائی میں امریکہ اور برطانیہ میں اسے فحاشی کے الزام میں متعدد مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

کینیڈا میں ۱۹۸۰ء کی دہائی میں Ernest Zundel کو Did Six Million Realy Dieنامی کتاب شائع کرنے پر دو بار مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ کتاب پہلی دفعہ۱۹۷۴ء میں چھپی تھی اس میں ایٹم بم کی تباہ کاریوں سے انکار کیا گیا تھا۔ اس کتاب پر گمراہ کن معلومات پھیلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔۱۹۹۲ء میں سپریم کورٹ نے False News Laws کو غیر آئینی قرار دیا لیکن اس سے بھی Zundel کی جان نہیں چھوٹی اب اسے اسی کتاب کے حوالے سے کینیڈا کے''ہیومن رائٹس'' ایکٹ کے تحت چلائے جانے والے مقدمے کا سامنا ہے۔

'اسپائی کیچر' پیٹررائٹ کی مشہور تصنیف ہے جس پر حکومت برطانیہ نے یہ الزام لگایا کہ سرکاری رازوں کا افشاء اور معاشرے کی خلاف ورزی ہے۔ ۱۹۸۷ء میں ممنوع قرار دے دی گئی۔

ایرانی صدر احمدی نژاد نے یہودیوں کے قتل عام کے واقعات سے انکار کیا ہے ان کے اس بیان کی بنیاد The Hoax of the twentith centuryیعنی '۲۰ویں صدی کا فریب' ہے یہ کتاب برطانوی دانشور آرتھر آربٹز نے ۱۹۷۵ء میں لکھی تھی۔ یہ کتاب بہت سے ممالک میں ممنوع ہے۔ ان ممالک میں برطانیہ اور امریکہ بھی شامل ہیں۔ تاہم جرمنی،کینیڈا اور ایران میں یہ کتاب بآسانی دستیاب ہے۔

یکم جولائی ۱۹۹۶ء میں سنگاپور میں عدالت نے ایک عورت کو اس لیے سزا دی کیونکہ اس کے پاس بائبل کا 'یاہوا' (Jehovah;s) کا ترجمہ تھا۔۲۰۰۰ء میں امریکی حکومت کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ برما میں بائبل کے کسی بھی مقامی زبان میں ترجمے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ برما کی حکومت نے ان ویب سائٹ پر بھی پابندی لگا دی جہاں یہ تراجم موجود تھے اسی طرح سعودی عرب کی حکومت نے بائبل کی تقسیم وغیرہ کو ممنوع قرار دیا کہ سعودی عرب کے ایئرپورٹ پر اترنے والے مسافر اپنی غیر منظور شدہ مذہبی کتب حکام کو جمع کرانے کے پابند ہیں۔اسی طرح چین کی حکومت نے ۱۹۹۹ء میں "Falun Gong" کو ممنوع کتاب قرار دیا۔

۲۰۰۳ء میں کیوبا میں پچھتر افراد کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا ان پر یہ الزام تھا کہ وہ امریکی ہلاشیری پر خودمختار لائبریری کی تحریک میں اہم کردار ادا کر رہے تھے اس تحریک کے تحت شہریوں کو ایسی کتابیں فراہم کی جاتی تھیں جو حکومتی لائبریریوں میں ممنوع ہوتی جس قسم کا مواد ملزمان لوگوں میں تقسیم کرتے رہے ان میں ''انسانی حقوق کا عالمی میثاق نامہ' اور'امریکی آئین' وغیرہ

شامل تھے۔ ان میں سے بہت سے افراد آج بھی عقوبت خانوں میں بند ہیں۔

فاطمہ مرنشی کی کتاب 'پردہ اور مردوں کی اشرافیہ' بہت سے مسلم ممالک میں ممنوع ہے۔ فاطمہ کا تعلق مراکش سے ہے۔ ۲۰۰۳ء میں اسلامیہ جمہوریہ ایران میں فاطمہ کی اس کتاب کے پبلشر، مترجم سب کو گرفتار کر کے ۶،۶ سال کی قید کی سزا سنائی گئی۔

اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر مختلف وجوہات کی بناء پر پابندیاں عائد کی جاتی رہی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

S.No.	Name of book	Author	Date of issue
1.	Mediline	Anonymous	July 1920
2.	Mademoiselle de Maupin	Theophile Gautier	July 12, 1922
3.	Satyricon	Petronius	Sept 27,1922
4.	Women in love	D.H. Larwrence	Sept 30, 1922
5.	Casanova's Homecoming	Arthur Sctinitzler	Sept 30. 1922.
6.	Young Girls Diary	Anonymous	Sept 30, 1922.
7.	Jurgen	James branch cabell	oct. 1, 1922.
8.	Replenishing Jessica	Maxwell, Bodenheim	June, 1925.
9.	The well of loneliness	redclyffe Hall	Mar. 4, 1930.
10.	The sex side of life	mary ware Dennett	Mar. 4, 1930.
11.	Married Love	Marie c. stopes	April 6, 1931.
12.	Eastern Shame girl	Anonymous	May 7, 1931.
13.	Celestine	octave mirbeau	May 7, 1931.
14.	Hsimen ching	Anonymous	Nov 9, 1931.
15.	Flesh	Clemend Wood	Dec 18, 1931.
16.	Let's go Naked	Louis charles Royer	Dec 8, 1932.
17.	God's Little Acre	Erskine Caldwell	May 23, 1933.
18.	November	Gustave Flaubert	May 8, 1935.
19.	If it Die	Andlr'e Gide	Jan 24, 1936.
20.	A world I Never Made.	James T. Farrell	Feb 11, 1937.

امیر طہری لکھتے ہیں:

> کتابوں کو جلا دینے سے کہیں زیادہ مہلک بات یہ ہے کہ کتابوں کو پڑھا نہ جائے۔۔۔ کتابوں کو جلا دینے سے نہ تو نظریات ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی مصنفین کو مستوجب سزا قرار دنے سے حکمران اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر پائے۔ تاہم ایسا استبداد بذات خود، پابندی لگنے والی تحریروں و کتابوں کی تشہیر کا باعث بن گیا۔ کتابیں بغداد میں جلیں یا ایران میں، ان کا آتش کدہ روم ہو یا امریکہ، انہیں جلائے جانے والے ایشیائی ہوں یا یورپی اس عمل کا ردعمل بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔[۵]

اس مضمون میں بین الاقوامی سطح پر ممنوعہ کتب کی مختصر سی فہرست پیش کی گئی ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسی کتب ہیں جن

پر مختلف ادوار میں مختلف وجوہات کی بنا پر پابندیاں عائد کی جاتی رہی ہیں لیکن ان کے بارے میں خاطر خواہ معلومات حاصل نہ ہونے سبب شامل نہیں کی جاسکیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ جواہر لال نہرو، پنڈت، تاریخ عالم اسلام پر ایک نظر، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۴۔۱۱۳

۲۔ کوثر محمود، ڈاکٹر، بائبل کے ترجمے کی کہانی۔ غیر مطبوعہ، ذاتی مخزونہ، ۱۹۹۹ء

۳۔ رابرٹ بی، ڈاؤنز، دنیا کی عظیم کتابیں، مترجم غلام رسول مہر، دوست ایسوسی ایٹ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۷

۴۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۶۔ امیر طہری، ممنوعہ کتب، مشمولہ ماہنامہ عوامی جمہوری فورم، لاہور، جون ۲۰۰۶ء